حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

محترمہ تنظیم زہرا نقوی معلمۂ جامعۃ الزہراء

''الّذی ملأ الدنیا علمه و فقهه''

اللہ کے آخری نمائندے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی جب مدت حیات پوری ہوگئی، جب آپ کے بلا فصل خلیفہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ان کے دور کے بدترین انسانوں نے باقی نہ رہنے دیا دورِ قدیم کے پست و ذلیل ترین انسانوں کے لوگ تابع ہونے لگے رسول نے جسے اپنا وصی، اور اپنے بعد مولا و رہبر بنایا تھا لوگ اس کے بارے میں ایک کے بعد ایک مخالفت کرنے لگے اور اس سے تعلقات منقطع کر لئے، خاندانِ رسالت کے حقوق کی رعایت نہیں کی بعض کو قتل کر دیا بعض کو گرفتار کر لیا بعض در بدر کر دیئے گئے۔ قرآن کی تفسیر بدل ڈالی گئی یہاں تک دنیا کے بدترین انسانوں کو خلیفۃ المسلمین کہنے لگے اور حکومت اسلامی کا حق ایسے افراد کو دینے کی کوشش کی جو کردار و آداب اسلامی سے بہت دور تھے طاقت اور دولت کے زور پر سارا کام چل رہا تھا۔

ایسے پُر آشوب وقت میں جس تاریخ کو مسلکِ اسلام اور اس کے اصول بیان کرنے والا نبی صادق آیا تھا۔ اُسی تاریخ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو اس بیان محمدؐ کی تشریح و تفصیل بیان کرنے والا فرزند نبیؐ ناشرِ پیغام محمدیؐ، اسلام کا عظیم الشان مبلغ، مرکز مذہب تشیع، امت اسلامی کا مینارۂ فکر، وارث صدق و صفا، حامل نام نامی حضرتِ حق، صادق آل محمدؑ، جعفر بہشت تشریف لایا۔

آپ کی مادر گرامی کا اس مبارک جناب فروہ بنت قاسم بن محمد تھا حضرت اپنی والدہ گرامی کے ایمان و تقوے کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''کَانَتْ اُمّی مِمّن آمَنَتْ وَ اتقَنَتْ وَ احسنَتْ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُسلِمِیْنَ۔''

''میری ماں ایمان لانے والوں میں سے تھیں اور صاحب تقویٰ خاتون تھیں، نیک تھیں نیکیاں انجام دیتی تھیں اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ یقیناً معصوم فرزند کی پرورش کے لئے پاکیزہ ماں، نیک سیرت خاتون درکار تھی اگرچہ آپؑ اپنے اجداد کی طرح کمالات خداوندی کی تجلی تھے اصحاب کا کہنا تھا آپ کو تین حالتوں کے علاوہ نہیں دیکھا گیا ہے۔ یا حالتِ نماز میں یا حالتِ روزہ میں یا حالتِ ذکر خدا و قرأت قرآن میں۔ جب احادیث نقل کرتے تھے تو تجدید وضو فرماتے تھے حکمت آمیز گفتگو کرتے اور عظیم ترین عابد تھے خوف و خشیت پروردگار، پورے بدن سے عیاں تھی ہر دیکھنے والا یہ سمجھ جاتا تھا کہ یقیناً فرزند رسول ہیں، زرق و برق دنیا کے مقابلے میں بہترین زاہد اور صاحب ورع تھے، صدق و صداقت کی کثرت کی بناء پر

لوگ ''صادق'' کہنے پر مجبور تھے۔

حضرت کا مزاج عالی مزاحیہ تھا ہمیشہ لبِ مبارک پر تبسم ہوتا تھا جب آپ کی خدمت میں پیغمبر اسلامؐ کا نام آجاتا تھا تو چہرے کی شادابی دوگنی ہوجاتی تھی۔

صبر وبردباری کے عظیم درجہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر کہا یابن رسول اللہ! آپ کا چچازاد بھائی آپ پر سبّ وشتم کررہا تھا اور ایسی نازیبا باتیں آپ کے بارے میں کہیں جو آپ کی شانِ اقدس میں یقیناً گستاخی تھیں اور کسی قسم کی کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

حضرت خاموش رہے وضو فرمایا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دل ہی دل میں سوچا مولیٰ اس پر نفرین کریں گے اور اس کی تنبیہ کریں گے لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کرنی شروع کی: ''بارالٰہا! یہ میرا حق تھا میں نے اسے معاف کردیا پروردگار! تیرا جود وکرم مجھ سے زیادہ ہے لہٰذا اسے بخش دے اور اس کا مؤاخذہ نہ کرنا اس کو اس کے اس نازیبا عمل پر سزا نہ دینا۔''

اس کے بعد دیکھا حضرت پر رقت طاری ہوگئی اور مسلسل دعائیں کرتے رہے حضرت کے اس عمل پر مجھے بہت تعجب ہوا۔

محبت واحسان آپ کے کریمانہ اخلاق کا شاہد اور نمونہ ہے۔

جب آپ نے غلام کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا اور غلام نے واپس آنے میں تاخیر کی تو خود ہی اس کی تلاش میں نکلے ایک جگہ پر دیکھا کہ وہ سورہا ہے آپ نے جگانے کے بجائے اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کو پنکھا جھلنا شروع کردیا جب اس کی آنکھ کھلی وہ بے حد شرمندہ ہوا حضرت نے اسے ڈانٹنے اور تنبیہ کرنے کے بجائے اس کو نصیحت فرمائی: ''اے بندۂ خدا! واللہ تیرے لئے مناسب نہیں ہے کہ شب وروز سوتا رہ بلکہ رات کو اللہ نے آرام کے لئے قرار دیا ہے اور دن کام کے لئے۔''

آپ کی سیرت حمیدہ کے دوست ودشمن سبھی اعتراف کرتے ہیں یہی وجہ تھی کہ ہر خاص وعام دنیا کے ہر گوشہ سے جوق در جوق آتے رہتے تھے اور ہر قسم کے مسائل کا حل دریافت کرتے تھے مطمئن کنندہ جواب حاصل کرکے واپس ہوجاتے۔ علم اس قدر زیادہ کہ ہر شہر ہر ملک ہر علاقہ اور بستی کے لوگوں میں اس کی شہرت تھی جس قدر آپ سے احادیث نقل ہوئی ہیں اُتنی کسی اور سے نہیں ہوئیں لوگوں پر آپ کی امامت کے لئے مستحکم ایسے دلائل موجود ہیں کہ مخالفین بھی دنگ رہ گئے لوگ حیرت وتعجب میں پڑگئے جب ابوحنیفہ مناظرہ میں ناکام رہ گئے بے ساختہ ان کی زبان گویا ہوئی:

''انّ اعلم الناس اعلمهم باختلاف الناس''

''بے شک یہ سب سے بڑے دانش مند ہیں جو مختلف علماء کے مختلف مسائل اور ان کے مختلف نظریات پر بھی احاطہ رکھتے ہیں۔''

بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام ہی نے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرح فرمایا:

''سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔''

حضرت کے تمام علوم پر تسلط کا اقرار دوسرے لوگ بھی کرتے رہے ہیں۔ ابوزہرہ لکھتے ہیں: ''حضرت صادق علیہ السلام

کا علم فقہ ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ علوم تفسیر، اخلاقیات، کلام وغیرہ بھی آپ کے احاطۂ علمی میں ہیں آپ کی دانش گاہ میں مذکورہ دوسرے علوم کی بھی تدریس ہوتی تھی چنانچہ یہ قول:

''لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین''

(نہ جبر ہے، نہ تفویض یعنی نہ مکمل مجبور ہیں نہ آزاد بلکہ امر درمیانی ہے) یہ وہ زیباترین اور جامع ترین قول ہے جس کی تعبیر نہایت دقیق ہے صراط مستقیم اور اہل بیتؑ اظہار کا حقیقی راستہ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بہترین سہارا ہے۔

شہرستانی، ''ملل ونحل''، کے لکھنے والے ہیں انھوں نے آپ کی وسعتِ علمی کو بیان کرتے ہوئے کہا:

''وھو ذو علم عزیز فی الدین و ادب کامل فی الحکمہ۔۔۔۔۔۔۔۔''

آپ مسائل دینی اور علوم دینی کے سب سے بڑے عالم ہیں حکمتِ ادبی آپ میں مکمل طریقے سے موجود ہے۔

امام کا خود ارشاد گرامی ہے: ''ہمارے پاس وہ چیز ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے لوگوں کو ہماری احتیاج ہے ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا فرمایا تھا اور امیرالمومنینؑ نے اسے تحریر فرمایا تھا اُس میں تمام احکام وفرامین موجود ہیں ہمارا علم خدا سے ملا ہے لہٰذا ہم جو حکم کرتے ہیں وہ حکم خدا ہوتا ہے، ہم ہی وہ ہیں جو عاملِ قرآن ہیں اور سیرت محمدی پر چلنے والے اور اسے باقی رکھنے والے ہیں۔''

حضرت فرماتے ہیں: ''میری احادیث میرے اجداد کی احادیث ہیں اور ان کی باتیں اقوال رسول خدا ہیں اور رسول خدا کے اقوال وگفتار کلام پروردگار ہے''

یہ بات مسلم ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے احادیث اور ان کے علوم کی نشر واشاعت کا اکثر کام امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں انجام پایا ہے۔

جب اہل حدیث اور اہل قیاس کے درمیان معرکہ چھڑا امام نے موقع کو غنیمت شمار کیا اور اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک تیسری تحریک بلند کی اور امت کو حقیقی راستہ کی ہدایت کی اور بتادیا یہ وہ راستہ ہے جو قدیم ترین اور صحیح ترین راستہ ہے جو آج فقہ جعفری ہے اور کل فقہ محمد میں تھا لیکن چوں کہ فرصت کی بناء پر تبلیغ کا زیادہ کام اسی دور میں انجام پایا لہٰذا اسے فقہ جعفری کہا جانے لگا۔ ورنہ فقہ جعفری کا مدرک ومنبع وہی قرآن وسیرت پیغمبر اسلام ہے۔

آپؑ کی علمی دانش گاہ کسی پر مخفی نہیں ہے اس بات کا اہل سنت بھی بسر وچشم اعتراف واقرار کرتے ہیں آپ نے حوزات علمیہ کو وسعت بخشی اور مختلف علوم کے لئے مختلف اور مخصص شاگرد پیدا کئے۔ جن کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔ ہشام بن حکم، محمد بن مسلم، ابان بن تغلب، ہشام بن سالم زرارہ، مومن طاق، مفضل بن عمر، جابر بن حیان وغیرہ جیسی شخصیتیں آپ کے برجستہ شاگرد ہیں۔

حضرت اپنے اصحاب کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان کے علاوہ کسی اور نے کماحقہ ہماری ولایت اور ہماری احادیث کو زندہ نہیں کیا اگر یہ نہ ہوتے ہماری سنت کی ترویج نہ ہو پاتی یہ میرے اصحاب اور میرے بابا کے ایسے باوفا اصحاب ہیں جو شریعت دین اسلام کے محافظ، موثق ترین افراد ہیں انھوں نے

لوگوں کو ہمارے ذریعہ ہماری طرف سے بتائے ہوئے محرمات الٰہی سے بچایا اور لوگوں کو حلال امور سے آگاہ کیا ہے یہ لوگوں میں سب سے زیادہ ہم سے نزدیک ہیں انھوں نے جس طرح دنیا میں ہماری طرف رغبت پیدا کی ہے آخرت میں بھی ہماری طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علوم الٰہیہ کا فیضان اتنا زیادہ چشم گیر اور خیرہ کنندہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی دانشورانِ یورپ ان کی تعلیمات میں غور وفکر اور بحث وجستجو کررہے ہیں۔

پروردگار! ہمیں محمدؐ وآل محمدؑ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عنایت فرما۔ آمین

☆☆☆

بقیہ حضرت امام زین العابدینؑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس مسلسل گریہ کے واقعات کو تاریخوں میں پڑھنے کے بعد طبیعت انسانی کے فطری تقاضوں کی بنا پر ہر شخص ایسا تصور کرسکتا ہے کہ اس غم زدہ اور ہمہ تن گریہ وآہ ہستی سے اس کے بعد یہ توقع کرنا غلط ہے کہ وہ علوم ومعارف کی کوئی خدمت انجام دے سکے مگر نہیں ''معراج انسانیت'' تو اسی تضاد میں مضمر ہے کہ یہ غرقِ حسرت واندوہ ذات بھی اپنے فریضہ سے جو بحیثیت نائب حق رہنمائے خلق اس کے ذمہ ہے۔ غافل نہیں ہوتی۔ بے شک یہ دور ایسا پُرآشوب تھا کہ آپ کے گرد وپیش طالبانِ ہدایت کا مجمع نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ کسی مجمع کو مخاطب بنا کر کوئی تقریر نہیں فرما سکتے تھے۔ نہ اپنے قلم کے ذریعہ لوگوں سے سلسلۂ مخابرت جاری فرما سکتے تھے اس لئے اس دور کے تقاضوں کے ماتحت آپ نے منفرد طریقہ ''دعا ومناجات'' کا اختیار فرمایا۔ یہ بھی مثل ''گریہ'' کے ایک لازم بظاہر غیر متعدّی عمل تھا۔ جو کسی قانون کی زد میں نہیں آسکتا تھا مگر ان دعاؤں کو بھی جو ''صحیفۂ سجادیہ'' کی شکل میں محفوظ ہیں جب ہم دیکھتے ہیں تو بلا کسی شائبہ مبالغہ ومجاز کے یہ حقیقت نمایاں نظر آتی ہے کہ وہی روح جو حضرت علی بن ابی طالبؑ کے نہج البلاغہ والے خطبوں میں متحرک ہے وہی صحیفۂ کاملہ کی ان دعاؤں میں بھی موجود ہے صرف یہ کہ وہاں جو حکیمانہ گہراؤ اور خطیبانہ بہاؤ ہے اس کی قائم مقامی یہاں اس سوز وگداز نے کی ہے جس کا دعا ومناجات میں محل ہے اور اس طرح اس کے سننے والوں میں دماغ کے ساتھ ساتھ دل بھی شدت سے متاثر ہوتا ہے جو غالباً دوسروں کی اصلاح کے لئے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا اور اسی ذیل میں اخلاق وفرائض کے تعلیمات بھی مضمر ہیں۔ جو مدرسۂ اہلِ بیتؑ کے مقاصد خصوصی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس دور میں اس ذریعۂ تبلیغ وتدریس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ ممکن نہ تھا اور امام زین العابدینؑ نے اس ذریعہ کو اختیار کرکے ثابت کردیا کہ یہ حضرات کسی سخت ماحول میں بھی اپنے فرائض اور اہم مقاصد کو ہرگز نظر انداز نہیں کرتے۔